بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالمُرْسَلِين نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، أَمَّا بَعْدُ:

018: سورۃ الکھف کی مختصر تفسیر (آیات:60-82)

سورۃ الکھف کی مختصر تفسیر کا درس جاری ہے اور ہم پہنچے تھے آیت نمبر 60 پر، ارشاد باری تعالی ہے:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۝٦٠﴾ (الكهف:60)

اس آیت کریمہ سے ایک بڑے معروف اور مشہور قصے کا آغاز ہوتا ہے اور یہ قصہ جو ہے معروف ہے "**قصة موسىٰ والخضر عليهم الصلاة والسلام**" (اللہ تعالی پیارے نبی موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور الخضر علیہ الصلاۃ والسلام کا قصہ)۔

میں ان آیات کی تفسیر سے پہلے صحیح بخاری میں سے ایک روایت بیان کرنا چاہتا ہوں جس سے آپ کے لیے بہت ساری چیزیں سامنے آجائیں گی اور تفسیر میں بھی آسانی ہو گی کیونکہ جو بہترین تفسیر ہے قرآن مجید کی وہ قرآن مجید کی آیات ہی سے ہے اور پھر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، پھر صحابہ اور سلف کے اقوال سے اور پھر عربی لغت؛ ان چار چیزوں کے مجموعے سے جو تفسیر ہے وہ بنتی ہے۔

اور کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور خضر علیہ الصلاۃ والسلام کا قصہ جو ہے صرف ایک ہی جگہ پر ہے قرآن مجید میں وہ ہے سورۃ الکھف میں کسی اور سورۃ میں یہ قصہ موجود نہیں ہے جبکہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا قصہ فرعون کے ساتھ قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر ہے کئی جگہوں پر ہے میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اس کا فرق جانتے ہیں آپ؟

یہ بھی قرآن مجید کے بڑے خوبصورت انداز بیان میں سے ایک انداز بیان ہے کہ بعض قصے قرآن مجید میں ایک جگہ پر ہیں اور بعض قصے ریپیٹ (Repeat) ہوتے ہیں تکرار ہوتی ہے بار بار، اگر آپ غور کریں تو جو قصے ریپیٹ (Repeat) ہوتے ہیں وہ عام ہوتے ہیں جو مختلف زمانے میں موجود ہوتے ہیں جن کی ہمیشہ ضرورت پڑ جاتی ہے اس لیے لوگوں کی یاد دہانی کے لیے بھی انہیں بار بار ریپیٹ (Repeat) کیا گیا ہے جیسا کہ مختلف انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے قصے جو ہیں۔

موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا قصہ جو ہے فرعون کے ساتھ ہے تو یہ جنگ اہل حق اور اہل باطل کی ہمیشہ سے ہے آج دور حاضر تک ہے، اور ہود علیہ الصلاۃ والسلام کا قصہ دیکھ لیں آپ، صالح علیہ الصلاۃ والسلام کا قصہ دیکھ لیں آپ توحید ہے اور شرک ہے یہ جنگ حق اور باطل توحید اور شرک کی دور حاضر تک موجود ہے ہر زمانے میں ہے۔

یہ جو قصے ریپیٹ (Repeat) ہوتے ہیں اور ہر زمانے میں ہوتے ہیں تو وہ قصے جو ہیں قرآن مجید میں بار بار بیان کیے گئے ہیں لیکن جو قصہ صرف ایک مرتبہ ہے دوبارہ ریپیٹ (Repeat) نہیں ہو سکتا قرآن مجید میں وہ قصہ ایک ہی جگہ پر ہے بس:

(۱)اصحاب الفیل کتنی سورتوں میں ہے کیونکہ واقعہ بار بار ہوا یا ایک دفعہ ہوا؟

(۲)البقرۃ کا قصہ جو ہے (گائے کا) کسی اور سورۃ میں ہے قرآن مجید میں؟ وہ قصہ کبھی ریپیٹ (Repeat) ہوا؟ نہیں ہوا۔

اچھا ریپیٹ(Repeat) ہو سکتا ہے؟ کمال یہ ہے کہ ریپیٹ(Repeat) بھی نہیں ہو سکتا نا؟! نہیں ہو سکتا۔

(۳)اصحاب الکھف ایک ہی جگہ پر ہے۔

(۴)ہمارا قصہ جو ہم بیان کرنے جارہے ہیں موسیٰ اور خضر علیہم الصلاۃ والسلام کا قصہ بھی ایک ہی جگہ پر ہے۔

عجب ہے کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا قصہ فرعون کے ساتھ بار بار ریپیٹ(Repeat) ہوا ہے قرآن مجید میں! کیونکہ میں نے کہا ہے کہ حق اور باطل کی جنگ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی۔

آج بھی لوگ مثال دیتے ہیں کہ فلاں فرعون ہے کہتے ہیں کہ نہیں؟! کہتے ہیں؛ لیکن کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ جو قصہ موسیٰ اور خضر علیہم الصلاۃ والسلام کا ہے دوبارہ ریپیٹ(Repeat) ہو سکتا ہے کبھی؟ نہیں ہو سکتا!

آیئے دیکھتے ہیں قصہ کیا ہے اور صحیح بخاری میں امام بخاری نے اس قصے کو کس انداز میں بیان کیا ہے، صحیح بخاری حدیث نمبر4725 میں یہ قصہ موجود ہے ، صحیح مسلم میں بھی ہے ترمذی میں بھی یہ قصہ موجود ہے، صحیح بخاری سے میں نقل کر رہا ہوں لمبا قصہ ہے اس میں سے جو شاہد ہے وہاں سے میں بیان کرتا ہوں۔

یہ سیدنا عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں سیدنا اُبَی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ انہوں نے سنا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے کہ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے خطبہ دیا بنی اسرائیل میں تو کسی نے اُن سے سوال کیا کہ سب سے زیادہ علم رکھنے والا کون ہے؟ تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب میں فرمایا کہ میں ہوں: ''فَعَتَبَ اللهُ عَلَيۡهِ'' لفظ یہ ہے: تو اللہ نے عتاب کیا اپنے پیارے پیغمبر موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے (عتاب کا مطلب ہے کہ آپ جیسے اپنے پیارے کو ڈانٹتے ہیں یا ناگواری کا اظہار کرتے ہیں اسے عتاب کہتے ہیں، یا آپ کے پیاروں سے جب غلطی ہوتی ہے آپ اس کی تنبیہ کرنا چاہتے ہیں اور پھر کچھ تھوڑی سختی بھی ہوتی ہے آپ سے تنبیہ کرتے ہوئے اسے عربی میں عتاب کہتے ہیں)۔

تو اللہ تعالیٰ نے عتاب کیا کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف واپس نہیں کیا انہوں نے یعنی کیا کہنا چاہیے تھا؟ "اللہ اعلم" (یہی ہونا چاہیے تھا نا جب آپ کو پتہ نہیں ہے تو آپ کہیں اللہ اعلم)، انہوں نے کہہ دیا کہ میں ہوں، تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی اس لیے فرمایا کہ میں، اور سچ ہے یا نہیں کہ اُن کے علم کے مطابق اُس زمانے میں اُن سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے تو انہوں نے اپنے طریقے سے تو جواب دے دیا ہے لیکن جو صحیح بات ہے اُس زمانے میں اور بھی علماء موجود تھے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نہیں جانتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ عتاب فرماتے ہوئے کیونکہ صحیح بخاری کے الفاظ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''إِذۡ لَمۡ يَرُدَّ الۡعِلۡمَ إِلَيۡهِ'' (کہ علم کی واپسی یعنی اللہ اعلم نہیں کہا) ''فَأَوۡحَى اللهُ إِلَيۡهِ'' تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی ہے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر کہ میرا ایک بندہ ہے جو "مجمع البحرین" کی جگہ پر رہتا ہے وہ آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

مجمع البحرین، جہاں پر دو سمندر یا دو دریا ملتے ہیں یا سمندر یا دریا ملتے ہوں اسے مجمع البحرین کہتے ہیں؛ تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کی: "یَا رَبِّ! وَ كَیْفَ لِي بِهِ؟" (اے میرے ربّ! میرے پیارے ربّ! مجھے بتائیں کہ میں کیسے وہاں تک پہنچوں اس بندے سے کیسے ملوں؟)، تو اللہ تعالیٰ نے ایک علامت دی ہے علامت یہ ہے کہ آپ اپنے ساتھ ایک مچھلی لے لیں اور اسے ایک برتن میں لے کر جائیں جہاں پر آپ اس مچھلی کو کھودیں گے جگہ وہی ہوگی (مردہ مچھلی آپ ساتھ لے کر جائیں وہ مچھلی دوبارہ زندہ ہوگی جہاں پر مچھلی دوبارہ زندہ ہو جائے علامت یہ ہے)۔

موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے مچھلی کو لیا اور اپنے ساتھ اپنے شاگرد خاص یوشع بن نون علیہ الصلاۃ والسلام (کیونکہ نبی بنے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد) کو اپنے ساتھ لے لیا اور دونوں چلتے گئے تو ایک چٹان ایک پتھر کے قریب گئے وہاں پر آرام کیا اور سو گئے، جب لیٹے ہوئے تھے تو جو مچھلی ہے مردہ مچھلی زندہ ہوئی ہلی (کیونکہ سمندر کے کنارے پر آرام کر رہے تھے تو وہ مچھلی جو ہے وہ ہلی زندہ ہوئی) اور اُس برتن میں سے نکلی اور اپنا راستہ بنا کر سمندر میں چلی گئی۔

اس لیے سورۃ الکہف آیت نمبر 61 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا﴾ (اپنا راستہ سمندر میں اس مچھلی نے بنالیا)، اور اللہ تعالیٰ نے جو پانی تھا ساتھ یعنی جہاں پر پہنچی مچھلی پانی تک وہ پانی بھی ساتھ اُس کے چلتا گیا اُس جگہ تک جہاں تک مچھلی پانی کے اندر گئی تو شاگرد نے دیکھا (یوشع بن نون نے دیکھا تھا) دیکھنے کے بعد سو گئے تھے جب آنکھ کھلی تو بھول گئے: "فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَ لَيْلَتِهِمَا": پورا ایک دن اور رات کا سفر کیا چلتے گئے۔

جب دوسرا دن ہوا: "إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ" تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے شاگرد سے کہا: ﴿آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا﴾ (الکہف:62): (غَدَا کہتے ہیں صبح کے کھانے کو دن کے کھانے کو)؛ ناشتہ جو ہے وہ لے کر آئیں ہم اپنے سفر میں بہت زیادہ تھک چکے ہیں (یعنی بھوک بھی لگی ہوئی ہے اور تھکے ہوئے بھی ہیں)۔

یعنی (سبحان اللہ) تھکاوٹ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس وقت محسوس ہوئی جب وہ جگہ سے گزر کر چلے گئے تھے اس سے پہلے کوئی محسوس نہیں ہوئی، تو جواب میں شاگرد نے کہا:

﴿أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا﴾ (الکہف:63): (تفصیل ان شاءاللہ تفسیر میں بیان کروں گا): کہ آپ کہتے ہیں جب ہم اس چٹان کے پاس پہنچے تھے تو میں نے دیکھا مچھلی کا جو واقعہ ہوا لیکن میں بھول گیا اور مجھے شیطان نے بھلایا ہے کہ اس کا میں ذکر کروں اور بڑے عجیب طریقے سے مچھلی سمندر میں راستہ بنا کر چلی گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "فَكَانَ لِلْحُوتِ سَرَبًا وَلِمُوسَى وَفَتَاهُ عَجَبًا": "سَرَبًا، عَجَبًا" دو لفظ آئے ہیں مچھلی کے پانی میں جانے کے تو مچھلی کے لیے سَرَب تھا کہ خاص جگہ بنا کر گئی اور موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور اُن کے شاگرد کے لیے عجب کی بات ہے "عَجَبًا"؛ اس کے "سَرَبًا" کا لفظ بھی ہے اور "عَجَبًا" کا لفظ بھی ہے۔

توموسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبۡغِ فَارۡتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ (الکھف:64): یہی تو ہم چاہتے تھے اس لیے تو ہم نے لمبا سفر کیا ہے کہ جگہ تو یہی تھی علامت تو یہی تھی: ﴿فَارۡتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا﴾: تو اپنے فٹ پرنٹس (Footprints) جو ہیں جو قدموں کے نشان تھے وہاں اُن کے دیکھتے ہوئے واپس چلے گئے جس جگہ پر مچھلی کا یہ واقعہ ہوا، جب اس چٹان (پتھر) کے پاس پہنچے تو ایک شخص کو دیکھا جس نے کپڑا اوڑھا ہوا تھا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے سلام کہا تو الخضر علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب میں فرمایا:

"وَأَنّٰى بِأَرۡضِكَ السَّلَامُ": یعنی عجیب سی بات ہے سلام تو معروف نہیں تھا، تو آپ کی زمین پر سلام کیسے؟! یعنی آپ یہ سلام کیسے بیان کر رہے ہیں؟ آپ کا تعارف کیا ہے آپ کون ہیں؟ "قَالَ: أَنَا مُوسٰى" (موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں موسیٰ ہیں)، تو خضر علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: "مُوسٰى بَنِي إِسۡرَائِيلَ؟" (آپ بنی اسرائیل کے موسیٰ ہیں؟) "قَالَ: نَعَمۡ" (فرماتے ہیں جی ہاں! میں وہی ہوں میں آیا ہوں تاکہ آپ مجھے سکھائیں آپ سے سیکھنے آپ سے علم حاصل کرنے آیا ہوں) "مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا" (اُس علم سے جسے اللہ نے آپ کو عطا کیا ہے اور آپ کی رہنمائی کی ہے)، تو جواب میں الخضر علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيعَ مَعِيَ صَبۡرًا﴾ (آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے) (الکھف:67)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں خضر علیہ الصلاۃ والسلام کی زبانی: "يَا مُوسٰى إِنِّي عَلٰى عِلۡمٍ مِنۡ عِلۡمِ اللهِ عَلَّمَنِيهِ، لَا تَعۡلَمُهُ أَنۡتَ، وَأَنۡتَ عَلٰى عِلۡمٍ مِنۡ عِلۡمِ اللهِ عَلَّمَكَهُ اللهُ لَا أَعۡلَمُهُ": اصل بات یہ ہے یعنی بندہ حیران ہوتا ہے کہ بھئی میں کیوں صبر نہیں کر سکوں گا جبکہ آپ جانتے ہیں کہ میں اللہ کا بنی اسرائیل پر بھیجا ہوا نبی ہوں پھر آپ صبر کی نفی بھی کر رہے ہیں میں صبر نہیں کر سکوں گا، تو انسان تھوڑا سا کہ پہلے وقت میں تعارف کے وقت میں جب ایسی بات سامنے آجائے ایک شخص لمبا سفر کر کے آیا ہے آپ سے علم حاصل کرنے کے لیے آپ اسے روک رہے ہیں اور وجہ بتا رہے ہیں کہ آپ صبر نہیں کر سکیں گے تو اب وجہ تو بنتی ہے کہ آپ اس کو تھوڑا ایکسپلین (Explain) تو کریں کہ وجہ کیا ہے؟! جبکہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے وجہ نہیں پوچھی کیونکہ معلم جو ہوتا ہے سمجھانے والا پہلے سے بعض مسائل سمجھا دیتا ہے تاکہ اس کا ابہام دور ہو جائے، تو بڑی پیاری بات فرماتے ہیں، فرماتے ہیں: اے موسیٰ! اللہ تعالی نے مجھے اپنے علم سے ایسا علم عطا کیا ہے جو آپ کو نہیں دیا اور آپ کو ایسا علم دیا ہے اللہ تعالی نے اپنے علم سے جو مجھے نہیں دیا۔

بعض علماء کہتے ہیں اُن میں سے شیخ الشنقیطی رحمہ اللہ جو **أضواء البیان** کے مصنف ہیں معروف مفسر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ دلیل ہے کہ خضر علیہ الصلاۃ والسلام بھی اللہ کے نبی ہیں (کیونکہ بات علم کی ہو رہی ہے وہی علم جو آپ کے پاس ہے اللہ تعالی کی طرف سے اور ایسا علم میرے پاس بھی ہے اللہ تعالی کی طرف سے جو آپ کے پاس ہے میرے پاس نہیں جو میرے پاس ہے وہ آپ کے پاس نہیں ہے، جب علم میں اُن کی برابری ہو گئی ہے تو مطلب یہ وحی ہے جو دونوں پر نازل ہوتی ہے تو ان دلائل میں سے ایک یہ انہوں نے لی ہے کہ الخضر علیہ الصلاۃ والسلام جو ہیں وہ اللہ تعالی کے انبیاء میں سے ہیں، الغرض آگے میں ان شاء اللہ تفصیل بتاؤں گا)۔

تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب میں فرمایا: ﴿ قَالَ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ صَابِرٗا وَلَآ أَعۡصِي لَكَ أَمۡرٗا ﴾ (آپ ان شاءاللہ مجھے صبر کرنے والا پاؤ گے اور آپ کے حکم کی میں خلاف ورزی نہیں کروں گا (معصیت نہیں کروں گا نافرمانی نہیں کروں گا))(الکھف:69)۔

اور خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب میں فرمایا: ﴿فَإِنِ ٱتَّبَعۡتَنِي فَلَا تَسۡـَٔلۡنِي عَن شَيۡءٍ حَتَّىٰٓ أُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ ذِكۡرٗا﴾ (ٹھیک ہے اگر بات ایسی ہے آپ مجھ سے کوئی کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کریں گے جب تک کہ میں خود اس کا ذکر نہ کروں (آپ جو بھی دیکھیں گے آپ اس پر کوئی اعتراض نہیں اٹھائیں گے کوئی سوال نہیں کریں گے جب تک کہ میں خود اس کی وضاحت نہ کروں)(الکھف:70) ۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ'': سمندر کے کنارے دونوں چلتے گئے تو ایک کشتی آئی جس میں کافی سواریاں سوار تھیں تو انہوں نے کشتی والوں سے بات کی کہ انہیں اُس کشتی میں سوار کریں تو کشتی والوں نے الخضر علیہ الصلاۃ والسلام کو پہچان لیا اور بغیر اُن سے عوض لیے بغیر کوئی پیسے لیے اُن دونوں کو کشتی میں سوار کر لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے دیکھا کہ اچانک خضر علیہ الصلاۃ والسلام جو ہیں وہ اُس کشتی میں سے ایک لکڑی کا ٹکڑا جو نیچے ہوتا ہے نالوح الخشب (لوح جو ہے) اسے اکھاڑ رہے ہیں اپنی کلہاڑی سے اُٹھا کر اور دُم جو ہے اُس سے (ایک خاص اوزار ہوتا ہے توڑنے والا اُس سے توڑ رہے ہیں اکھاڑ رہے ہیں)، موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں بغیر کسی عوض کے کشتی میں اٹھایا ہے اور آپ کشتی میں سوراخ کر رہے ہیں اُن کو غرق کرنے کے لیے یہ تو غرق ہو جائیں گے! فرمایا:

﴿لِتُغۡرِقَ أَهۡلَهَا لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡـًٔا إِمۡرٗا﴾

(یہ بہت بڑی عجیب سی بات ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ایسے یعنی انہوں نے ہم پر احسان کیا ہے اور بدلہ ایسے ہوتا ہے! (تو تعجب ہوا))(الکھف:71)۔

خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک جواب دیا صرف مختصر سا:

﴿قَالَ أَلَمۡ أَقُلۡ إِنَّكَ لَن تَسۡتَطِيعَ مَعِيَ صَبۡرٗا ﴿٧٢﴾﴾

(کہ میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ آپ صبر نہیں کر پائیں گے)

﴿قَالَ لَا تُؤَاخِذۡنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرۡهِقۡنِي مِنۡ أَمۡرِي عُسۡرٗا ﴿٧٣﴾﴾

(آپ میرا مواخذہ نہ کیجیے میری بھول پر اور مجھے میرے اس اُمر میں (طلب علم میں) سختی بھی نہ کیجیے)(الکھف:72-73)۔

دیکھیں ادب دیکھیں طالب علم کا کہ اب غلطی تو مجھ سے ہو گئی ہے بھول ہو گئی ہے میں بھول گیا ہوں لیکن آپ سختی تو نہ کریں میرے ساتھ۔

اب سختی کیا تھی یہاں پر سختی کہیں نظر آ رہی ہے؟! یعنی اب یہ نہ ہو کہ آپ مجھے سکھانا چھوڑ دیں میری اس بھول کی وجہ سے تو پہلے سے بیان کر دیا ہے جبکہ جواب کیا تھا؟ کہ میں نے تو پہلے کہا تھا کہ آپ صبر نہیں کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ سب سے پہلی بات تھی جو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے ہوئی ''نِسْيَانًا'' بھول کی وجہ سے اُن سے بھول ہوئی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک چڑیا آئی (پرندہ چھوٹا سا) تو وہ اُس کشتی کے قریب بیٹھی اور سمندر میں سے اپنی چھوٹی سی چونچ سے پانی اُٹھایا تو خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ میرا اور آپ کا علم اللہ تعالی کے علم کے تناسب میں ایسا ہے جیسا کہ اس پرندے نے اس سمندر سے یہ نقطہ اٹھایا ہے پانی کا (کیا ہے یہ کوئی تناسب ہے؟! کچھ بھی نہیں ہے (سبحان اللہ) ایسا علم ہے)۔

پھر کشتی سے نکلے اور سمندر کے ساحل پر کنارے پر چلتے گئے تو خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے دیکھا کہ بچے کھیل رہے ہیں (چھوٹے بچے) ایک بچے کو پکڑا اور اس کی گردن دبا کر اسے قتل کر دیا اُس کا سر اُس کے دھڑ سے الگ کر دیا (یعنی اس کی جو ریڑھ کی ہڈی تھی اسے توڑ دیا گردن والی یہاں سے توڑ دیا بچے کو قتل کر دیا)، موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے رہا نہ گیا فرماتے ہیں: ﴿اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـــًٔا نُّكْرًا﴾ (کیا آپ نے ایک پاک جان کو قتل کیا ہے جبکہ اُس نے کسی کو قتل بھی نہیں کیا ہے (قتل کا بدلہ قتل تو ہو سکتا ہے لیکن قتل بھی نہیں کیا ہے معصوم جان ہے) تو آپ نے بہت بڑا انکارت والا منکر والا کام کیا ہے (یہ بہت بڑا کام ہے قتل کرنا!)) (الکھف:74)۔

جواب میں خضر علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: ﴿اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ (کہ میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر پائیں گے) (الکھف:75)۔

اب دیکھیں پچھلی آیت میں: ﴿اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ﴾ کا لفظ نہیں ہے، یہاں پر: ﴿اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ﴾ ہے، میں بتاؤں گا جب تفسیر پڑھیں گے ان شاءاللہ کہ یہ قرآن مجید کے ایک خوبصورت انداز بیان میں سے ایک انداز بیان ہے کہ الفاظ کا بھی اپنا اپنا معنی ہوتا ہے، جب پہلی غلطی تھی تو تنبیہ اس کے مطابق تھی جب دوبارہ غلطی ہوئی تو تنبیہ میں ایک لفظ بھی زیادہ کر دیا ہے کہ دیکھیں آپ پھر غلطی کر رہے ہیں آپ دیکھیں ذرا: ﴿اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ﴾۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "وَهَذِهِ أَشَدُّ مِنَ الْأُولَى" (یہ پہلے سے زیادہ سخت تھی (یعنی موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا جو اعتراض تھا یا یہ سوال تھا یہ پہلے سے زیادہ سخت تھا))۔

موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام عرض کرتے ہیں:

﴿قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّىْ عُذْرًا ﴿76﴾﴾

(اگر اس کے بعد میں آپ سے کوئی سوال کروں تو بس پھر آپ میرے ساتھ نہ چلیے آپ میری طرف سے عذر لے چکے ہیں (یعنی آپ کا حق ہو گا اور میرا عذر ختم ہو جائے گا اُس وقت)) (الکھف:76)۔

یعنی تین مرتبہ ہوتا ہے تیسری مرتبہ تو پھر بس ختم!

﴿فَانْطَلَقَا ۣحَتّٰٓي اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ﴾:

اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں یعنی وہ جو دیوار تھی وہ ٹیڑھی ہو چکی تھی "مَائِلٌ" یعنی گرنے والی تھی، تو خضر علیہ الصلاۃ والسلام جو ہیں اُنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اُسے سیدھا کیا اُسے درست کر دیا، تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ ایسے لوگ ایسی قوم جن کے پاس ہم آئے اُن لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی ہمیں کھانا تک نہیں کھلایا:

﴿لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾: آپ چاہتے تو اس کی اجرت ہی لے لیتے(الکھف:77)۔

ایسے کنجوس قسم کے لوگ ہیں آپ نے مفت ہی ایسا کام کر دیا کہ دیوار سیدھی کر دی آپ نے؟!

﴿قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ﴾ (خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب میں فرمایا کہ اب یہ ہماری جدائی کا وقت آگیا ہے اب ہم جدا جدا ہو جائیں گے (اب عذر ختم ہو گیا نا))(الکھف:78)۔

پھر: إِلَى قَوْلِهِ: ﴿ذٰلِكَ تَأْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا﴾(الکھف:78-82 تک)۔

اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''وَدِدْنَا أَنَّ مُوسَى كَانَ صَبَرَ حَتَّى يَقُصَّ اللهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا'' (کہ میں یہ چاہتا تھا کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کچھ اور صبر کر لیتے تاکہ اللہ تعالی دونوں کے قصے میں سے ہمیں اور بھی خبر دے دیتا(قصہ تو ختم ہو گیا آگے جو خبر تھی وہ بھی ختم ہو گئی))۔

یہ قصہ صحیح بخاری میں موجود ہے اور اب دیکھتے ہیں اس قصے میں سے میں مختصر کیونکہ یہ قصہ تو آپ نے جان لیا ہے صرف اس کی جو تاویل ہے اس پر ہم نے بات کرنی ہے قصے کے آخر میں کہ معاملہ کیا تھا اور کیسے ہوا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝٦٠﴾ (الکھف:60)

(اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے شاگرد سے کہا کہ میں ہٹوں گا نہیں چلتا رہوں گا یہاں تک کہ پہنچ جاؤں دو سمندروں یا دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر یا میں لمبی مدت تک عرصہ دراز چلتا رہوں گا)

﴿فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝٦١﴾ (الکھف:61)

(پھر جب وہ دونوں دونوں دریاؤں کی جگہ پر پہنچے وہ اپنی مچھلی بھول گئے تو اس مچھلی نے اپنا راستہ بنا لیا دریا میں سرنگ کی طرح(اندر سے راستہ بنا لیا ﴿سَرَبًا﴾))

﴿فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝٦٢﴾ (الکھف:62)

پھر جب وہ آگے چلے گئے تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے شاگرد کو کہا کہ ہمارے لیے صبح کا کھانا یعنی ناشتہ لاؤ البتہ ہم نے اپنے سفر سے بہت تکلیف اور تھکن پائی ہے)

﴿قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ڰ عَجَبًا ۝٦٣﴾ (الکھف:63)

(شاگرد نے کہا کہ آپ نے دیکھا جب ہم پتھر کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے تو بے شک میں مچھلی بھول گیا اور مجھے نہیں بھلایا مگر شیطان نے...)

اور یہاں پر اگر کوئی شخص کوئی چیز بھول جاتا ہے تو یہ نہ کہیں میں بھول گیا یہ کہیں کہ مجھے شیطان نے بھلا دیا، کوئی اچھی چیز کسی نے کوئی بھلا کام کرنا ہو وہ بھول گیا تو اس بھول کی نسبت کس کی طرف کرنی چاہیے؟ شیطان کی طرف۔

"نَسِيتُ "(میں بھولا)"نُسِيتُ: ينسيه الشيطان":(مجھے بھلادیا گیایاشیطان نے بھلایاہے)؛یہ کہاجاتاہے۔

...اور مجھے نہیں بھلایا مگر شیطان نے کہ میں آپ سے اس کاذکر کروں﴿وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا﴾ (اور اس نے بنالیااپنا راستہ دریا میں عجب طرح سے)۔

﴿قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾﴾ (الكهف:64)

(موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ یہی ہے وہ مقام یہی ہے وہ جگہ جو ہم چاہتے تھے، پھر وہ دونوں لوٹے اپنے نشانات قدم پر دیکھتے ہوئے)

﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾﴾ (الكهف:65)

(پھر انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے خضر علیہ الصلاۃ والسلام کو پایا اُسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور ہم نے اُسے اپنے پاس سے علم دیا)

اور اس آیت میں میں نے کہا ہے کہ جو معروف مفسر ہیں محمد الامین الشنقیطی رحمہ اللہ جن کی معروف تصنیف ہے **أضواءالبيان** تفسیر قرآن، وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ خضر علیہ الصلاۃ والسلام جو ہیں اللہ تعالی کے انبیاء میں سے ہیں کیونکہ اس میں رحمت کاذکر بھی ہے﴿فَوَجَدَا﴾ (دونوں نے پایا)﴿عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ﴾ (ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ)﴿اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا﴾ (اپنی طرف سے خاص رحمت ہے اُن کے لیے)﴿وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ (اور اپنے پاس سے ہم نے اسے علم دیا ہے)۔

﴿قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾﴾ (الكهف:66)

(موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اُن سے کہا کہ کیا میں تمہارے ساتھ چلوں اس بات پر کہ تم مجھے سکھادو اُس بھلی راہ میں سے جو تمہیں سکھائی گئی ہے)

﴿قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾﴾ (الكهف:67)

(خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ بے شک تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کرسکو گے)

پھر اس کی وجہ بھی بیان فرمائی:

﴿وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾﴾ (الكهف:68)

(اور آپ اُس پر کیسے صبر کرسکیں گے جس کی آپ کو واقفیت ہی نہیں ہے احاطہ ہی نہیں ہے)

موسیٰ علیہ سلام جواب میں فرماتے ہیں:

﴿قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾﴾ (الكهف:69)

(آپ ان شاءاللہ اگر اللہ تعالی نے چاہاتو مجھے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں آپ کی کسی بات کی نافرمانی نہیں کروں گا)

﴿قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾﴾ (الكهف:70)

(خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ پس اگر آپ کو میرے ساتھ چلنا ہے تو مجھ سے نہ پوچھنا کسی چیز کے متعلق یہاں تک کہ میں خود آپ سے اُس کاذکر نہ کروں)

﴿فَانْطَلَقَا﴾ (پھر دونوں چلے)﴿حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا﴾ (یہاں تک کہ وہ دونوں کشتی میں سوار ہوئے اور خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے اُس میں سوراخ کر دیا(یعنی کشتی میں))﴿قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ۝۷۱﴾ (موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ آپ نے اس میں سوراخ کر دیا ہے اور آپ اس سوراخ سے ان سواریوں کو غرق کرنا چاہتے ہیں آپ نے ایک بھاری خطرے کی بات کی ہے ایک بہت بڑی چیز کی ہے)(الکھف:71)۔

﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝۷۲﴾ (الکھف:72)

(خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں یہ نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہر گز صبر نہیں کر سکیں گے)

﴿قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝۷۳﴾ (الکھف:73)

(موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جواب میں فرماتے ہیں کہ اس پر آپ میرا مواخذہ نہ کریں جو میں بھول گیا اور میرے معاملے میں مجھ پر مشکل نہ ڈالیں(یعنی معاملہ آسان کر دیں))

﴿فَانْطَلَقَا﴾ (پس دونوں پھر چلے)﴿حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ﴾ (یہاں تک کہ اُن دونوں نے ایک لڑکے کو دیکھا تو خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے اسے قتل کر دیا)﴿قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ۝۷۴﴾ (موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کیا کہ آپ نے ایک پاک جان کو جان کے بدلے کے بغیر قتل کر دیا البتہ آپ نے ایک ناپسندیدہ عمل کیا ہے)(الکھف:74)۔

﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝۷۵﴾ (الکھف:75)

(خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہر گز صبر نہیں کر سکیں گے)

﴿قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ﴾ (موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب میں فرمایا کہ اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا) ﴿قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝۷۶﴾ (البتہ آپ میری طرف سے حد عذر کو پہنچ چکے ہیں (یعنی اس کے بعد میرے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہے گا اور پھر آپ کا حق ہو گا اگر آپ میرا ساتھ چھوڑنا چاہتے ہیں تو پھر چھوڑ دیں))(الکھف:76)۔

﴿فَانْطَلَقَا﴾ (پھر وہ دونوں چلے)﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝۷۷﴾ (یہاں تک کہ وہ دونوں پہنچے بس ایک گاؤں والوں کے پاس بستی والوں کے پاس تو انہوں نے اُن سے کھانا مانگا﴿اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا﴾، تو بستی والوں نے انکار کر دیا اُن کی مہمان نوازی سے (ضیافت سے) پھر انہوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرنا چاہتی تھی﴿جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ﴾ خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے اسے سیدھا کر دیا، موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے جب یہ دیکھا تو فرمایا﴿قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ اگر آپ چاہتے تو اس پر آپ اُجرت لے لیتے)(الکھف:77)۔

اس کے جواب میں خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے بیان کیا:

﴿قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ﴾ (یہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہے فراق ہے)﴿سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾﴾ (اب میں تمہیں تعبیر یا حقیقت حال بتادیتاہوں جس پر آپ صبر نہ کر سکے)(الکھف:78)۔

اصل ماجرا کیا تھا؟ یہ تینوں واقعات کیسے ہوئے اور کیوں ہوئے؟

﴿اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ﴾ (یہ جو کشتی ہے یہ چند غریب لوگوں کی تھی جو اس دریا میں یا سمندر میں کام کرتے تھے محنت مزدوری کرتے تھے)﴿فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا﴾ (اور میں نے اُس پر عیب ڈالنے کا ارادہ کیا)﴿وَكَانَ وَرَاۗءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾﴾ (اور اُن کے آگے ایک ایسا بادشاہ تھا جو ہر اچھی کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا)(الکھف:79)۔

تو میں نے اس لیے اس میں عیب لگایا تاکہ وہ بادشاہ جو ہے اِن کی کشتی کو ناکارہ سمجھ کر چھوڑ دیتا اور ان لوگوں کی کشتی بھی بچ جاتی اور ان کا روزگار بھی باقی رہتا اصل مقصد یہ تھا(یہ مسئلہ تھا کشتی کا)۔

﴿وَاَمَّا الْغُلٰمُ﴾ (رہالڑکا)﴿فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ﴾ (اُس کے دونوں والدین مومن تھے)﴿فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾﴾ (توہمیں اندیشہ ہوا یاڈر لاحق ہوا کہ وہ انہیں سرکشی اور کفر میں پھنسادے گا(یعنی ایسا بدکار ہوگا ایسا نافرمان ہوگا کہ اپنے والدین کو کفر کی حد تک پہنچادے (نعوذباللہ))(الکھف:80)۔

﴿فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾﴾ (پس ہم نے ارادہ کیا کہ ان دونوں کو ان کا ربّ بدلہ دے گا جو پاکیزگی میں ان سے بہتر اور شفقت کے بہت زیادہ قریب ہو(صلہ رحمی میں اور والدین کے ساتھ حسن سلوکی میں اس سے زیادہ بہتر ہوگا اور نیک بچہ بھی ہوگا))(الکھف:81)۔

﴿وَاَمَّا الْجِدَارُ﴾ ((اب رہ گئی بات اور معاملہ دیوار کا)اور رہی دیوار)﴿لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾ (سو یہ دیوار جو تھی شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی)﴿وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا﴾ (اور اُس کے نیچے ان دونوں کے لیے ایک خزانہ تھا)﴿وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا﴾ (اور اُن کا باپ نیک تھا صالح تھا)﴿فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ڰ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ﴾ (سو تمہارے ربّ نے چاہا کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچیں تو وہ دونوں اپنے ربّ کی رحمت سے اپنا خزانہ نکالیں)﴿وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ﴾ (اور یہ میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا)﴿ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾﴾ (یہ وہ حقیقت ہے جس پر آپ صبر نہ کر سکے)(الکھف:82)۔

اس میں اگر آپ دیکھیں انداز بیان کی خوبصورتی، اس میں جو لفظ ہے:

(۱)﴿فَاَرَدْنَآ﴾(ہم نے ارادہ کیا)(الکھف:81)۔

(۲)﴿فَاَرَدْتُّ﴾ (میں نے ارادہ کیا)(الکھف:79)۔

(۳)﴿فَاَرَادَ رَبُّكَ﴾(تمہارے ربّ نے ارادہ کیا)(الکھف:82)۔

جبکہ فعل ایک شخص نے کیاہے؛ یہ سارے افعال کس نے کیے؟ کشتی کو سوراخ، ایک معصوم بچے کو قتل کرنا، اور دیوار کو سیدھا کرنا کس نے کیا ہے؟ الخضر علیہ الصلاۃ والسلام نے۔

ارادہ کس کا تھا؟ اُن ہی کا تھا (ارادہ ہوتا ہے تو عمل ہوتا ہے نا)۔

لیکن انداز بیان کی خوبصورتی دیکھیں آپ کہ جب بات آئی کشتی کی اُس میں عیب لگانے کی تو کیا فرمایا؟ ﴿فَأَرَدتُّ﴾ (میں نے ارادہ کیا کشتی کو سوراخ کرنے میں)؛ جب عیب کی بات آئی تو اللہ تعالی کو پاک کر دیا جبکہ حکم کس کا تھا؟ اللہ تعالی کا حکم تھا۔

اِن تمام چیزوں میں حکم اللہ تعالی کا ہی ہے اللہ تعالی کے حکم کے بغیر تو انہوں نے کوئی ایک کام بھی نہیں کیا ہے لیکن خوبصورتی دیکھیں اور اللہ تعالی کی عظمت شان کو کس طریقے سے اللہ تعالی کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام بیان کرتے ہیں اور الفاظ کیسے بیان کرتے ہیں اسے کہتے ہیں **"الأدب مع الله سبحانه وتعالى"**؛ الفاظوں میں بھی ادب ہے۔

اگر تمام میں یہ کہتے: ﴿فَأَرَادَ رَبُّكَ﴾ غلط تھا؟ صحیح تھا بالکل غلط نہیں تھا؛ اب دیکھیں جہاں پر عیب کی بات آئی ہے نا اب عیب کے لفظ ساتھ ربّ کے لفظ کو جوڑنا اچھا نہیں لگتا نا جبکہ بات حق ہے۔

دیکھیں ایک ساتھ لفظ: ﴿فَأَرَدتُّ أَنْ أَعِيبَهَا﴾، اچھا "فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ أَعِيبَهَا": نہیں! ﴿فَأَرَدتُّ أَنْ أَعِيبَهَا﴾ (میں نے ارادہ کیا اور میں نے کیا ہے)۔

جب قتل کی بات آئی بچے کی اور بات آئی بدلے کی کہ قتل ہو گا اور اُس کے بدلے میں اللہ تعالی انہیں بہت ہی اچھا نیک اور صالح بچہ دے گا فرمایا: ﴿فَأَرَدْنَا﴾: دونوں طرف یہ ضمیر منسوب کی طرف لوٹایا ہے۔

اور جب بات آئی احسان کی کہ دیوار سیدھی کی اور ان کا جو خزانہ تھا ان کو ملنا تھا پھر کیا لفظ آیا؟ ﴿فَأَرَادَ رَبُّكَ أَن يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا﴾: احسان ربّ کی طرف ہمیشہ ہوتا ہے خیر ربّ کی طرف ہوتا ہے ہمیشہ، اگر آپ دلیل نہیں بنتے نا کسی خیر کی اپنا ذکر نہ کیجیے ہمیشہ اس ربّ کریم کا ذکر کریں جس نے آپ کو توفیق دی ہے آپ نے اتنا بھلا کام کیا ہے: ﴿فَأَرَادَ رَبُّكَ﴾ یہ کمال ہے۔

اور یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو حیران کن ہیں جو عام انسان نہ جان سکتا ہے بغیر وحی کے ذریعے اور نہ ہی کوئی کر سکتا ہے اللہ تعالی کے حکم کے بغیر؛ ممکن ہے کیا؟! اب کوئی بچہ ہے کسی نے اس کو دیکھا ہے قتل کر دیا ہے کیا کسی کے لیے جائز ہے کہ کسی بچے کو قتل کرے اور کہے کہ کیونکہ اس بچے نے بُرا ہونا تھا اس لیے اللہ تعالی نے قتل کر دیا ہے؟! یا اس بچے نے اپنے والدین کو کافر بنانا تھا میں نے قتل کر دیا ہے اور اس آیت کو دلیل بنا دے؟! اُسے بھی قتل کرو، اُس کا بھی قتل ہو گا اور سختی کے ساتھ اس کے ساتھ معاملے کو نمٹایا جائے گا سزا ملے گی، یہ دلیل نہیں ہے۔

یہ خاص قصہ ہے خاص جگہ پر خاص لوگوں کے لیے اور دونوں اللہ تعالی کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہیں وحی نازل ہوئی ہے اللہ تعالی کے حکم سے ہوا ہے اور ایسے احکام تھے جو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام بھی نہیں جانتے تھے بلکہ صبر نہیں کر سکے، نہیں! (سبحان اللہ)۔

اوراس میں ایک بہت بڑا پیارا پیغام ہے تقدیر پر ایمان کے تعلق سے کہ آپ کو اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے نا اسے نقصان محض نہ سمجھیں اس نقصان کے پیچھے بہت سارا خیر ہوتا ہے جو ہمیں نظر نہیں آرہا ہوتا۔

کسی کے بچہ کی وفات ہوگئی مصیبت ہے تکلیف دردناک چیز ہے نہیں؟! حقیقت ہے کہ نہیں؟ لیکن اس میں خیر کا پہلو کیا ہے؟ انسان جب یہ آیت پڑھتا ہے تو دل میں تسلی ہوتی ہے کہ ہو سکتا ہے بڑا ہو کر اس نے تکلیف ہمیں دینی ہو تو اللہ تعالی نے پہلے ہی اسے اٹھالیا ہے؛ تسلی ہوتی ہے کہ نہیں؟!

یعنی اللہ تعالی آپ کو ایک راستہ دکھارہا ہے کہ مصیبت کے وقت آپ نے صبر کیسے کرنا ہے اور تقدیر پر ایمان کو مضبوط کیسے کرنا ہے۔

کاروباری نقصان ہو گیا کشتی میں سوراخ ہوا کشتی والوں کے لیے مصیبت تھی کہ نہیں؟ چھوٹی تھی بڑی تھی؟ یعنی دو مقصد تھے کہ یا تو کشتی کا پورا جانا یا تھوڑا سا عیب لگنا اور اُس کو کم پیسوں میں ٹھیک کر کے کشتی کو اپنے پاس رکھنا اور روزگار کو چلتا بنانا دونوں میں سے کیا آسان تھا؟

کشتی نے جانا تو تھا تو اگر صحیح سلامت ہوتی تو وہ مکمل ساری کشتی ہاتھ سے چلی جاتی تو اللہ نے کشتی اِن کے ہاتھ سے نہیں نکالی غصب نہیں ہوئی بادشاہ ہو کر بھی وہ اس کشتی کو چھین نہ سکا اس چھوٹے سے سوراخ کی وجہ سے کشتی بچ گئی کہ نہیں؟

اگر آپ کے روزگار میں کہیں پر کوئی کمی ہو جاتی ہے نقصان ہو جاتا ہے تسلی بخش چیز کیا ہے؟ "الحمد للہ پورا نقصان تو نہیں ہوا نا کچھ ہوا ہے نا"؛ تقدیر پر ایمان مضبوط ہوا کہ نہ؟ (سبحان اللہ)۔

آپ کو کوئی بیماری ہوگئی تکلیف ہوگئی اور ایک آپ کی آنکھ خراب ہوگئی تسلی بخش چیز کیا ہے؟ "آپ کی جان بچ گئی آپ کی صحت اور عافیت ہے، باقی ساری آپ کے اعضاء ٹھیک سے کام کر رہے ہیں صرف ایک کی کمی ہوگئی نا اللہ تعالی اس کا مجھے اُجر دے گا"۔

آپ صبر اللہ تعالی کے لیے کرتے ہیں، جب آپ صبر اللہ تعالی کے لیے کرتے ہیں اُس چیز پر جو آپ کے لیے نقصان دیتی یا آپ کو نقصان ہوا ہے اور شکر کرتے اُس چیز پر جو باقی رہی آپ کی پھر آپ نے کمال کر دیا! آپ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے اصل امتحان یہ ہے۔ یہ چیزیں ہمیں نظر نہیں آتیں!

اس قصے میں ہمیں یہ خبر بھی ملی ہے کہ بہت ساری ایسی چیزیں ہیں بہت ساری ایسی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں ہمیں پتہ نہیں ہوتا ہمارے اپنے اعمال صالحہ سے یا ہمارے باپ دادا کے اعمال صالحہ کی وجہ سے؛ اب کہاں یتیم بچے کہاں اُن کا باپ؟! بعض سلف فرماتے ہیں کہ اُن کا تیسرا باپ تھا جو نیک اور صالح تھا اُس صلاح کا جو اثر ہے اس کی آگے ذرّیت میں جا کر پہنچا جبکہ یتیم تھے۔

یتیم بچوں کا جب بالغ نہیں ہے مکلف ہیں اُن کا اپنا کوئی نیک عمل ہے کہ نہیں؟ کوئی بھی نہیں ہے اُن کا کیا ہے! لیکن اُن کے باپ دادا کا جو نیک عمل تھا اللہ تعالی کو پسند آیا اس کا اثر اس کی اگلی پیڑی اگلی اولاد میں جا کر پہنچا ہے پوتوں تک جا کر پہنچا ہے۔

تو آپ کا نیک عمل صرف آپ کی حد تک نہیں ہے اور اس میں جو اچھی بات ہے کہ آپ کے جو بیوی بچے ہیں نا اُنہیں آپ کی صلاح کو دیکھ کر خوش ہونا چاہیے۔ بعض لوگ کہتے ہیں یا لوگ دیکھتے ہیں نا سمجھتے ہیں کہ یہ مولوی جو ہوتے ہیں نا یہ بڑی تنگ زندگی گزارتے ہیں یہ بیچارے لوگ ہیں!

بیچارے تو یہ لوگ ہیں جو اِن کو بیچارا سمجھتے ہیں اُن کو نہیں پتہ کہ یہ کہاں تک پہنچے ہوئے ہیں! اُن کے ایک ایک نیک عمل واللہ! ضائع نہیں ہوگا یہ اللہ کے لیے صبر کرتے ہیں حرام کی طرف نہیں جاتے ہیں، لوگ اُن کو پریشان کرتے ہیں یہ پریشان نہیں ہوتے لوگ خود پریشان ہوتے ہیں اُن کو کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اللہ کے لیے کرنے والے ہوتے ہیں۔

اگر کہیں پر کوئی آپ نیک جو صالح عمل کرتے ہیں اسے حقیر مت سمجھیں چھوٹا نہ سمجھیں، چھوٹے سے چھوٹے عمل کو اگر آپ کے لیے اللہ تعالیٰ میسر کر دے آپ وہ کریں آپ کو اس کا اُجر الگ ملے گا اور اس کا اثر الگ ملے گا، آپ کی زندگی میں ہی آپ کے بچوں کو آپ کی نسلوں میں جا کر آپ کو ان شاءاللہ اُس کا اُجر ملے گا: ﴿وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا﴾ (الکھف:82) : یہ نہیں کہا کہ اِنہوں نے صالح آگے ہونا تھا اس لیے، نہیں! ان کا باپ جو ہے صالح ہے۔

اس کو انڈر لائن کر کہ دیکھیں کہ صلاح ہوتا کیا ہے اس کے لیے عام بات نہیں ہے کہ صرف آپ نے داڑھی رکھ لینی ہے یا ٹخنوں کے اوپر شلوار کر لینی ہے ،یہ بھی مطالب شرعیہ ہیں یہ بھی کرنے ہیں لیکن صرف اس حد تک نہیں ہے:

(۱)آپ کے دل میں آپ کا عقیدہ کیا ہے ؟(۲)آپ کا منہج کیا ہے جس پر آپ چلتے ہیں؟

(۳)آپ کے فرائض میں حقوق کی ادائیگی میں آپ کیسے ہیں؟(۴)اللہ تعالیٰ کا حق آپ کیسے ادا کرتے ہیں؟

(۵)اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق آپ کیسے ادا کرتے ہیں؟(۶)آپ کے اخلاق نبوی ہیں کہ نہیں؟(۷)آپ کے آداب شرعی ہیں کہ نہیں؟

یہ متعین کرتے ہیں کہ آپ صالح ہیں کہ نہیں۔

آپ کا صالح کوئی شخص کون ہے؟ موحد متبع سنت ہے، منہج السلف پر قائم ہے اپنی خواہش نفس کو دبا دیتا ہے قرآن اور سنت کے سامنے، نصوص کے سامنے سر جھکا دیتا ہے، متبع سنت ہے سارے اعمال سنت کے مطابق کرتا ہے۔

صلاح کوئی عام چیز تھوڑی ہے اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو انعام دینا ہے کوئی سستی چیز پر دے گا کوئی عام چیز پر دے گا کیا؟! انعام آپ کی نسلوں تک جا کر پہنچنا ہے آپ کی حد تک نہیں ہے صرف تو اس کے لیے آپ کو کچھ کرنا تو پڑے گا نا مفت کوئی چیز تو نہیں ملتی نا!

اور نیک عمل جان لیں کہ نیک عمل کیا ہوتا ہے:

(۱)عقیدے کی صلاح کے بغیر اور اصلاح کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

(۲)اگر آپ کے عقیدے میں تو فوراً اس کو درست کر لیں۔

(۳)توحید اور سنت اور منہج السلف یہ تین چیزیں اگر آپ اس پر قائم ہیں تو اللہ تعالیٰ سے ثابت قدمی کی دعا کریں آپ صالحین میں سے ہیں۔

اور اس میں پتہ کیسے چلتا ہے کہ انسان اہل الصلاح میں سے ہے کہ نہیں؟ جب آپ کوئی نیک کام کرتے ہیں آپ کا قبول ہوا کہ نہیں؟

علماء اس میں بڑی پیاری بات فرماتے ہیں کہ اس کی تین نشانیاں ہیں:

(۱)پہلی نشانی یہ ہے کہ عمل صالح کرنے کے بعد آپ کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے، عمل صالح کرتے ہیں دل میں ٹھنڈک محسوس کرتے ہیں آپ۔

(۲)دوسری نشانی اس سے بڑھ کر کہ دوسرے عمل صالح آپ کے لیے آسان کر دیئے جاتے ہیں۔

(ایک تو عمل صالح کی توفیق اور اس پر سینے میں کشادگی محسوس کرنا ٹھنڈک محسوس کرنا، دوسرا اس کے علاوہ اور اعمال صالحہ آپ کو میسر کر دینا اور اُن کی توفیق دینا)۔

(۳)تیسرا خوابوں میں آپ کو بشارت دینا، خوابوں کی بشارت بھی ہوتی ہے کہ یا آپ خود خواب دیکھیں گے یا آپ کے لیے کوئی اور لوگ خواب دیکھیں گے۔

یہ پتہ چلتاہے کہ انسان کے اعمال اللہ تعالی کے ہاں قبول ہورہے ہیں اللہ تعالی پسند بھی کر رہاہے اور یہ شخص جو ہے اہل الصلاح ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جو آپ محسوس کرتے ہیں سینے کی کشادگی اور اس کے علاوہ مختلف اعمال صالحہ آپ کو میسر ہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ ایک چوبیس گھنٹے ہیں بعض لوگوں کے لیے اتنے اعمال ہوتے ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے یہ برکت کہاں سے آتی ہے؟! یہ وہ توفیق ہے جو اللہ تعالی دیتاہے اس بندے کو اس کے اعمال کو قبول کرکے تاکہ اس کے نامۂ اعمال میں مزید اعمال صالحہ ہوں۔

جیسے میں نے کہا کہ اُجر اس دنیا میں اور آخرت میں اور اثر اس دنیا میں بھی اور اس آخرت میں بھی اور کمال کی بات یہ ہے کہ آپ کی نسلوں تک یہ اثر پہنچتا رہتاہے!

اس لیے اعمال صالحہ کے لیے:

(۱) تھوڑی سی محنت کی ضرورت ہے۔

(۲) تھوڑی سی مزید اللہ تعالی کی نزدیک اور قرب کی ضرورت ہے۔

(۳) اور اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔

(۴) دل کا ہمیشہ محاسبہ کرتے رہیں اپنا محاسبہ کرتے رہیں کہ کہاں پر کوئی کمی اور کوتاہی ہے اور اسے کیسے دور کرنا چاہیے۔

(۵) میں وہ کیا اقدام کر سکتاہوں اپنے آپ کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں نیک اور صالح پیش کرنے کے لیے۔

(۶) کون سی میری کوتاہیاں ہیں کہاں پر میرے اندر کمی ہے تاکہ میں اس کو درست کروں۔

عقیدے سے شروع کریں اور پھر آپ چلتے جائیں عبادات میں معاملات میں اخلاق میں آداب میں دیکھیں کہاں کہاں پر فرق ہے کہاں پر آپ سے غلطی ہورہی ہے اُس کی اصلاح کریں اور دیکھیں کہ اللہ تعالی توفیق کیسے دیتاہے۔

واللہ! میں قسم کھارہاہوں کہ سینے کی کشادگی عبادات کرتے ہوئے نیک صالح عمل کرتے ہوئے آپ محسوس کریں گے آپ کے لیے مزید آسان کر دیے جائیں گے ایسے خیر کے دروازے کھلیں گے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے!

اور ان شاءاللہ آپ کے خوابوں میں زیادہ تر جو بہت ساری مصیبتیں آتی ہیں یہ بھی کیونکہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ بڑے بُرے خواب دیکھتے ہیں بڑے بُرے خواب دیکھتے ہیں اکثر شکایت کرتے ہیں نا! یہ آپ کے لیے ہنٹ(Hint) ہوتاہے کہ آپ اپنے آپ کو درست کرلیں کہیں پر کچھ کمی ہے۔

صحیح بخاری میں ایک معروف قصہ ہے سیدنا عبداللہ بن عمر کے تعلق سے کہ خواب میں دیکھا کہ فرشتے لے کر جارہے ہیں اور ایک جگہ ہے جہاں پر لوگوں کی بڑی آوازیں آرہی ہیں عذاب مل رہاہے اُن کو تو فرشتے کہتے ہیں اُن کو کہ آپ ڈریں نہیں آپ اِن میں سے نہیں ہیں آپ کو کچھ نہیں ہوگا، تو ڈر کے مارے اُٹھے تو سیدہ حفصہ سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوابوں کی تعبیر کرتے تھے اور کبھی کوئی پوچھ بھی لیتے کسی سے کوئی خواب میں دیکھاہے کچھ دیکھتاہے بتائیں، تو سیدہ حفصہ سے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھیں مطلب کیاہے اس کا؟ سیدہ حفصہ عرض کرتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے بھائی نے یہ خواب دیکھاہے، فرماتے ہیں: "نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ" (مطلب اچھا انسان ہے عبداللہ اگر یہ صلاۃ اللیل پڑھتا ہوتا(یعنی تہجد کی نماز اگر پڑھتا))۔

اب تہجد کی نماز خواب میں نظر آ رہی ہے کہیں کہاں پر ہے؟! نہیں پڑھتے تھے ڈراؤنا ذرا خواب آیا ذرا بُرا خواب آیا اصلاح کے لیے کہ اپنی اصلاح کر لیں، سیدنا عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ زندگی بھر اُس کے بعد میں نے نماز نہیں چھوڑی (تہجد کی نماز اس کے بعد میں چھوڑی نہیں ہے کبھی)۔

تو اس لیے مبشرات میں سے ہوتی ہے اور نیک صالح اعمال کرنے والے یا تو خود اچھے خواب دیکھتے ہیں یا اُن کے لیے خواب کوئی اور لوگ دیکھتے۔

تو اپنی اصلاح کریں اور نیک اور صالح اعمال کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ مزید اللہ تعالیٰ توفیق دے اور ثابت قدمی عطا فرمائے۔

آگے درس میں ان شاءاللہ ایک اور نیا قصہ جو ہے ذوالقرنین کا قصہ یہاں سے درس کا آغاز کریں گے اس میں بھی آپ کو بہت ساری نئی چیزیں بہت سارے عظیم ان شاءاللہ پیغامات ملیں گے (واللہ اُعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس 018-05. سورۃ الکہف کی مختصر تفسیر (آیات: 60-82) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio